© rasailojaraid.com

مولانا حکیم محمد عبد الغفور صاحبؒ رمضان پوری بہاری

مفید الاحناف

قسط نمبر ا

ایک صورتِ ایتلاف!

اصل دین یہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد سامنے آتا ہے تو مسلمان لومۃ لائم سے بے نیاز ہو کر اس کے سامنے جھک جائے اسلاف اور بزرگوں کا یہی طریقہ تھا۔ مندرجہ بالا مضمون یعنی مفید الاحناف اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ یہ سب حنفی بزرگ تھے لیکن جب ان کے سامنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح حدیث آگئی تو انہوں نے مسلکی تعصب کو جگہ نہیں دی۔ بلکہ ایک سچے مومن اور خدا سے ڈرنے والے ایک بندۂ حنیف اور مخلص مسلم کی طرح قرآن و حدیث کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اللہ تعالیٰ ان پاکباز بزرگوں اور اپنے نیک بندوں پر اپنی رحمت کی بارش کرے جنہوں نے یہ "اسوۂ حسنہ" پیش کر کے مسلمانوں کو سیدھی راہ دکھائی۔

بات مسئلے کی نہیں، فکر و نظر کی ہے، خدا کے سچے غلام مسئلے کو نہیں دیکھتے، خدا اور رسولؐ کو دیکھتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے بتا دیا۔ اس نے کہا۔ "آپ کے ابا جان حضرت عمر فاروقؓ تو یوں فرماتے ہیں"، فرمایا۔ "اتباع رسولؐ کا چاہیے یا میرے ابا جان کا؟" اس نے کہا۔ رسول پاکؐ کا۔ آپ نے اس پر فرمایا۔ تو پھر رسول پاک نے تو ایسا ہی کیا ہے لہ —— بس اسی فکر و نظر کی کمی ہے۔ اگر یہ کسر پوری ہو جائے۔ تو دنیا و آخرت کی سرفرازی کچھ زیادہ دور نہیں رہ جاتی۔ (ادارہ)

اعتذار :- [illegible]

لہ الترمذی (باب ماجاء فی التمتع)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوال

منہ اور ناک میں ایک ہی دفعہ پانی دینا دورانِ وضو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب

جائز ہے اور مسنون۔ ردالمحتار المعروف بشامی مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ حاشیہ درمختار کے صفحہ ۱۲۰ میں ہے۔

فی البحر عن المعراج ان ترك التكرار مع الامكان لا يكره وايده فى الحلية بانه ثبت عنه صلى الله عليه وسلم انه تمضمض واستنشق مرة كما اخرجه ابوداؤد

یعنی بحرالدقائق میں معراج سے نقل کیا ہے کہ وضو میں دو بار یا تین بار دھونے کو چھوڑ دینا باوجود قدرت کے مکروہ نہیں اور تائید کی ہے اس کی حلیہ میں ساتھ اس بات کے کہ ثابت ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہ آپؐ نے کلی کی اور ناک میں پانی دیا ایک ہی دفعہ جیسا کہ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

سوال

مسواک کرنا جیسا کہ وقتِ وضو کرنے کے مستحب ہے۔ اسی طرح وقت ہر نماز پڑھنے کے قبل بھی مستحب ہے یا نہیں ؟

جواب

مستحب ہے چنانچہ ردالمحتار کے صفحہ ۱۱۸ میں لکھا ہے۔

انه مستحب فى جميع الاوقات ويوكد استحبابه عند قصد الوضوء فسن و يستحب عند كل صلوٰة الخ وممن صرح باستحبابه عند الصلوٰة ايضاً الحلبى فى شرح المنية الصغير وفى هدية ابن العماد ايضاً وفى التتارخانية عن التتمة ويستحب السواك عندنا عند كل صلوٰة و وضوء

یعنی بہ تحقیق مسواک کرنا مستحب ہے سب وقتوں میں اور مؤکد ہے مستحب ہونا اس کا وقت ارادہ کرنے وضو کے پس مسنون یا مستحب ہے نزدیک ہر نماز کے الخ اور جنہوں نے تصریح کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے ساتھ مستحب ہونے مسواک کے وقت نماز کے ان میں سے ایک حلبی ہے شرح منیہ میں اور ہدیۃ ابن العماد میں بھی اور تتارخانیہ میں تتمہ سے نقل کیا ہے کہ مستحب ہے مسواک کرنا نزدیک ہمارے وقت ہر نماز اور وضو کے الخ

اور عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ملک العلماء مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔

ووقته فی الوضوء عند المضمضة ویستحب ایضا عند کل صلوٰۃ اھ

یعنی اور وقت مسواک کرنے کا وضوء میں وقت کلی کرنے کے ہے اور نیز مستحب ہے وقت ہر نماز کے الخ

سوال

اذان میں وقت سماع اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے دونوں ابہام دست کے ناخن کو دونوں آنکھوں پر رکھ کر چومنا مرفوعاً مروی وصحیح ہے یا نہیں؟

جواب

مرفوعاً کچھ بھی صحیح نہیں۔ ردالمحتار کے صفحہ ۴۱۳ میں ہے۔

ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیٔ

یعنی پھر کہا کہ صحیح نہیں ہے بیچ حدیث مرفوع کے کچھ بھی اس سے

مولانا محمد عبدالحی قدس سرہ نے سعایہ میں لکھا ہے۔

والحق ان تقبیل الظفرین عند سماع الاسم النبوی فی الاقامۃ وغیرھا کلما ذکر اسمه علیه الصلوٰۃ والسلام مما لم یرد فیه خبر ولا اثر ومن قال به فهو المفتری الاکبر فهو بدعۃ شنیعۃ لا اصل لھا فی کتب الشریعۃ ومن ادعی فعلیه البیان الخ

اور حق یہ ہے کہ چومنا دونوں ناخنوں کا سننے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقامت وغیرہ میں جب کہ ذکر کیا جائے نام آپ کا اس قسم سے ہے کہ نہیں وارد ہوئی ہے اس میں کوئی خبر اور نہ کوئی اثر اور جو شخص قائل ہو اس کا وہ مفتری بڑا ہے۔ پس ناخن کا چومنا بری بدعت ہو نہیں اصل اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتب شریعت میں اور جو کوئی دعوے کرے ناخن چومنے کی سنت ہونے کا اس پر واجب ہے دلیل لانا۔

سوال

دعاءِ بعد الاذان میں لفظ و الدرجة الرفيعة کی اصل ہے یا نہیں؟

جواب

نہیں۔ رد المحتار کے صفحہ ۴۱۴ میں شرح منہاج ابن حجر سے نقل کیا ہے:

وزيادة والدرجة الرفيعة وختمه بيا ارحم الراحمين لا اصل لهما

یعنی زیادہ کرنا لفظ والدرجة الرفيعة کا اور ختم کرنا اس کا لفظ یا ارحم الراحمين کے نہیں اصل ہے واسطے ان دونوں کے

سوال

نماز میں نیت زبان سے کرنا بدعت ہے یا نہیں؟

جواب

بدعت ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول مکتوب صد و ہشتاد و ششم[۱۸۶] میں تحریر فرماتے ہیں:

"و ہم چنیں ست آنچہ علماء در نیت نماز مستحسن داشتہ اند کہ باوجود ارادہ قلب بزبان نیز باید گفت وحالانکہ ازاں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ثابت نشدہ نہ بروایت صحیح و نہ بروایت ضعیف و نہ از اصحاب کرامؓ و تابعین عظامؒ کہ بزبان نیت کردہ باشند بلکہ چوں اقامت مے گفتند تکبیر تحریمہ مے فرمودند پس نیت بزبان بدعت باشد آہ۔"

اور مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ نے عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے:

احدها الاكتفاء بنية القلب وهو مجزئ اتفاقا وهو الطريقة المشروعة المأثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه فلم ينقل عن احد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منهم التكلم بنويت او انوى صلوٰة كذا فى وقت كذا و نحو ذٰلك كما حققه ابن الهمام فى فتح القدير و ابن القيم فى زاد المعاد

کہ پہلا اس کا اکتفاء کرنا ہے ساتھ نیت دل کے اور دل کی نیت کافی ہے بالاتفاق اور یہی طریقہ مشروع اور منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے اور ان میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہوا کہ انہوں نے زبان سے یوں کہا ہو کہ نیت کی میں نے یا نیت کرتا ہوں میں فلاں نماز کی فلاں وقت میں اور نہ مثل ان الفاظ کے کوئی اور لفظ کہتے۔ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں اور ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں ایسا ہی تحقیق کیا ہے

اور مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ نے "آکام النفائس" میں ارقام فرمایا ہے :-

(تنبيه) كثيرا ما سئلت عن التلفظ بالنية هل ثبت ذلك من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم و اصحابه و هل له اصل فى الشرع فاجبت بانه لم يثبت ذلك من صاحب الشرع ولا من احد من اصحابه الخ

کہ زبانی نیت کرنے کا مسئلہ مجھ سے بہت دفعہ پوچھا گیا کہ آیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے ثابت ہے یا نہیں اور آیا شرع میں اس کی کوئی اصل بھی ہے تو میں نے یہی جواب دیا کہ نہ تو شارع علیہ السلام ہی سے یہ ثابت ہوا اور نہ ان کے صحابیوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوا۔

اور مولانا محمد عبدالحی مغفور نے سعایہ میں تحریر فرمایا ہے :-

نقل فى المرقاة عن زاد المعاد فى هدى خير العباد لابن القيم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلوٰة قال الله اكبر و لم يقل شيئا قبلها ولا تلفظ بالنية ولا قال اصلى كذا مستقبلا للقبلة اربع ركعات اماما او ماموما ولا قال اداءً ولا قضاء ولا فرض الوقت وهذه بدع لم ينقل عنه احد قط لا بسند صحيح ولا بسند ضعيف ولا مسند ولا مرسل بل ولا عن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احد من اصحابہ وما استحبہ احد من التابعین ولا الائمۃ الاربعۃ الخ وفی فتح القدیر قال بعض الحفاظ لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق صحیح ولا ضعیف انہ کان یقول عند الافتتاح اصلی کذا ولا عن احد من التابعین بل المنقول انہ اذا قام الی الصلوٰۃ کبر فھذہ بدعۃ

یعنی مرقاۃ میں ابن قیمؒ کی کتاب "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد" سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے اور اس سے پہلے کچھ نہ فرماتے اور نہ زبانی نیت کرتے اور نہ یوں کہتے کہ میں فلاں نماز کی چار رکعت کعبہ کی طرف منہ کر کے امام یا مقتدی ہو کر پڑھتا ہوں اور نہ ادا یا قضا یا فرض کا نام لیتے اور یہ سب بدعات ہیں کسی نے آپؐ سے کبھی نقل نہیں کیا۔ نہ سندِ صحیح سے اور نہ سندِ ضعیف سے اور نہ مسند سے اور نہ مرسل سے بلکہ آپؐ کے صحابہ میں سے بھی کسی سے منقول نہیں ہوا اور تابعین میں سے بھی کسی نے اس کو مستحب نہیں کہا اور نہ چاروں اماموں نے الخ۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ بعض حفاظِ حدیث نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تو صحیح طریق سے ثابت ہوا ہے اور نہ ضعیف سے کہ آپؐ شروع نماز کے وقت کہتے ہوں کہ میں فلاں نماز پڑھتا ہوں اور نہ تابعین میں سے کسی سے ثابت ہوا بلکہ آپؐ سے تو یہی منقول ہوا ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے۔ لہٰذا یہ بدعت ہے۔

سوال

نماز میں دونوں ہاتھ سینہ پر باندھنا کسی معتمد صوفی حنفی کا فعل ہے یا نہیں؟

جواب

ہے، مولوی شاہ نعیم اللہ بہرائچی در معمولات کہ در احوال شیخ میرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ تالیف کردہ مے نویسند:

" معمول چنیں بود کہ صلوٰت خمسہ را در اوقاتِ مخصوصہ و مستحبہ ادا مے نمودند در غایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتدال رکوع وسجود وقیام وقعود وقومہ وجلسہ بجائے آوردند ومے فرمودند کہ شریعت عبارت ازہمیں اعتدال واقتصادست ودست را برابر سینہ مے بستند ومے فرمودند کہ ایں روایت ارجح است از روایاتِ زیر ناف۔ اگر کسے گوید کہ دریں صورت خلافِ حنفیہ بلکہ انتقال از مذہب بمذہب لازم مے آید۔ گویم بموجب قول ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اذا[1] ثبت الحدیث فھو مذھبی از انتقال در مسئلہ جزئی خلاف مذہب لازم نمے آید بلکہ موافقت در موافقت است"

ابجد العلوم میں ہے :

ومن اجلۃ اصحابہ المتاخرین الشیخ شمس الدین العلوی من ذریۃ محمد ابن الحنفیۃ المعروف بمیرزا مظہر جانجاناں کان ذا فضائل کثیرۃ وقرء الحدیث علی الحاج السیالکوتی واخذ الطریقۃ المجددیۃ عن اکابر اھلھا کان لہ فی اتباع السنۃ والقوۃ الکشفیۃ شان عظیم ولہ شعر بدیع ومکاتیب نافعۃ وکان یری الاشارۃ بالمسبحۃ ویضع یمینہ علی شمالہ تحت صدرہ ویقوی قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام عام ی فاتہ عاش حمیدا مات شہیدا اھ

یعنی ان کے اجل اصحاب متاخرین میں سے شیخ شمس الدین علوی رحمہ اللہ ہیں جو محمد بن حنفیہ کی اولاد ہیں اور میرزا مظہر جانجاناں کے نام سے مشہور ہیں۔ بہت فضیلتیں رکھتے تھے اور انہوں نے حاجی سیالکوٹی سے حدیث پڑھی اور طریقہ مجددیہ کو اس کے اکابر اصحاب سے اخذ کیا۔ اتباع سنت اور قوت کشفیہ میں بڑی شان رکھتے تھے اور ان کے اشعار عجیب اور مکتوبات نافعہ ہیں اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے قائل تھے اور سینے کے نیچے ہاتھ باندھتے اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو قوی فرماتے۔ ان کی وفات کا سال تاریخی "عاش حمیدا مات شہیدا" ہے"۔

---

[1] جب حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مصباح الہدایہ ترجمۂ عوارف میں ہے :۔

"و میانِ سینہ و ناف دستِ راست بر چپ نہد آہ"

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم کا جس طرح قبل سورۂ فاتحہ کے نماز میں پڑھنا سنت ہے۔ اسی طرح نماز میں اس کا درمیان فاتحہ وسورۃ کے پڑھنا حسن ہے یا نہیں

جواب

حسن ہے۔ ردالمحتار کے صفحہ ۵۱۱ میں ہے :۔

صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سرا او جهرا کان حسنا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ورجحہ المحقق ابن ھمام وتلمیذہ الحلبی لشبهۃ الاختلاف فی کونها اٰیۃ من کل سورۃ بحرا ھ

یعنی تصریح کی ہے ذخیرہ اور مجتبےٰ میں اس بات کی کہ اگر بسم اللہ پڑھے درمیان سورہ فاتحہ اور سورت کے جو پڑھی گئی آہستہ یا جہر سے ہو گا بہتر نزدیک امام اعظمؒ کے اور ترجیح دیا ہے، اس کو محقق ابن ہمام اور شاگرد ان کے حلبی نے واسطے شبہہ اختلاف کے بیچ ہونے بسم اللہ کے آیت ہر سورت سے نقل کیا ہے اس کو بحر الدقائق سے

اور عمدۃ الرعایہ میں ہے :۔

اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولهذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ لو سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ سواء کانت السورۃ مقروءۃ جهرا او سرا الخ

لیکن نہ مکروہ ہونا بسم اللہ کے پڑھنے کا پس اتفاق کیا گیا ہے اس پر اور اسی لیے ذخیرہ اور مجتبےٰ میں تصریح کی ہے بایں طور کہ اگر بسم اللہ پڑھے درمیان سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے ہو گا بہتر نزدیک ابو حلیفہ رحؒ کے خواہ وہ سورت پڑھی گئی ہو بآواز یا آہستہ الخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوال

سورۂ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا کیسا ہے

جواب

قراءۃ فاتحہ خلف الامام کو کتب فقہیہ میں احتیاطاً مستحسن لکھا ہے۔ چنانچہ مجتبیٰ شرح قدوری میں ہے:۔

في شرح الكافي للبزدوي ان القراءة خلف الامام على سبيل الاحتياط حسن عند محمد ومكروه عندهما وعن ابي حنيفة رحمه الله انه لا باس بان يقرء الفاتحة في الظهر والعصر وبما شاء من القرآن الخ

یعنی بزدوی کی شرح کافی میں یہ ہے کہ پڑھنا پیچھے امام کے احتیاطاً حسن ہے نزدیک امام محمدؒ کے اور مکروہ ہے امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ کے نزدیک اور روایت ہے ابو حنیفہؒ سے یہ کہ نہیں مضایقہ ہے اس میں کہ پڑھے سورۂ فاتحہ ظہر اور عصر میں اور جو کچھ چاہے قرآن سے، وربنایہ شرح ہدایہ میں ہے:۔

ويستحسن اي قراءة المقتدي الفاتحة احتياطا ودفعا للخلاف فيما روي بعض المشائخ عن محمد رحمه الله وفي الذخيرة لو قرء المقتدي خلف الامام في صلوة لا يجهر فيها اختلف المشائخ فيه فقال ابو حفص وبعض مشائخنا لا يكره في قول محمد واطلق المصنف كلامه ومراده في حالة المخافتة دون الجهر وفي شرح الجامع للامام ركن الدين علي السغدي عن بعض مشائخنا ان الامام لا يتحمل القراءة عن المقتدي في صلوة المخافتة

اور مستحسن ہے یعنی پڑھنا مقتدی کو سورۂ فاتحہ احتیاطاً اور واسطے دور کرنے خلاف کے اس میں کہ روایت کیا ہے بعض مشائخ نے محمدؒ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر پڑھے مقتدی پیچھے امام کے اس نماز میں جس میں جہر نہیں کیا جاتا ہے اختلاف کیا مشائخ نے بیچ اس کے پس کہا ابو حفص اور بعض مشائخ نے ہمارے نہیں مکروہ ہے بیچ قول محمدؒ کے اور مطلق ذکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا مصنف نے کلام کو ان کے اور مراد ان کی حالت قرارت سری میں ہے نہ جہری میں اور امام رکن الدین علی سغدی کی شرح جامع میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ سے مروی ہے کہ نماز سری میں امام منقدی کی قراءت کو اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔۱۲

اور ہدایہ میں ہے:۔

ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمد رحمه الله ١ھ

اور احتیاط کی نظر سے پڑھنا مستحسن ہے بموجب اس قول کے جو امام محمدؒ سے مروی ہے ۱۲

اور عینی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:۔

وبعض مشائخنا یستحسنون ذلك علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوة و بعضهم فی السریة فقط وعلیه فقهاء الحجاز والشام ١ھ

یعنی بعض مشائخ ہمارے مستحسن سمجھتے ہیں پیچھے امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے کو از راہ احتیاط کے سب نمازوں میں اور بعض مشائخ نماز آہستہ والی میں اور اسی پر ہیں فقہاء حجاز اور شام کے الخ

اور ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:۔

الامام محمد من ائمتنا یوافق فی القراءة خلف الامام فی السریة ١ھ

امام محمدؒ ہمارے اماموں میں سے موافقت کرتے ہیں امام شافعیؒ کی بیچ پڑھنے سورۂ فاتحہ کے پیچھے امام کے نماز سریہ میں ۱۲

اور عبدالوہاب شعرانی نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے:۔

لابی حنیفة ومحمد قولان:— احدهما عدم وجوبها علی المأموم ولا یسن له وهذا قولهما القدیم وادخله محمد فی تصانیفه القدیمة و اشتهرت النسخ الی الاطراف و ثانیهما استحسانها علی سبیل الاحتیاط وعدم کراهتها عند المخافتة للحدیث المرفوع لا تفعلوا الا بام القرآن و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی روایة لا تقرءوا بشیٔ اذا جھرت الا بام القرآن وقال عطاء کانوا یرون علی المأموم القراءة فیما یجھر فیه الامام وفیما یسر فرجعا من قولھما الاول الی الثانی احتیاطا ۱ھ

کہ امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ کے دو قول ہیں پہلا نہ واجب ہونا قراءۃِ فاتحہ کا اوپر مقتدی کے اور نہ مسنون ہونا واسطے اس کے اور یہ قولِ قدیم ہے ان دونوں کا اور داخل کیا اس کو محمدؒ نے اپنی تصانیفِ قدیمہ میں اور مشتہر ہوئے نسخے اطراف میں ۔ دوسرا مستحسن ہونا قراءۃِ فاتحہ کا از راہِ احتیاط کے اور نہ مکروہ ہونا وقت آہستہ پڑھنے کے بسبب حدیثِ مرفوع کے کہ نہ کرو قراءۃ مگر ساتھ سورۃ فاتحہ کے اور ایک روایت میں ہے نہ پڑھو کچھ جس وقت باواز بلند پڑھوں میں قرارت مگر سورۃ فاتحہ اور کہا عطاء نے تھے یعنی صحابہ قائل اس بات کے کہ مقتدی قراءۃ کرے اس نماز میں کہ باوازِ بلند پڑھتا ہے امام اور اس میں کہ آہستہ پڑھتا ہے ۔ پس رجوع کیا دونوں نے یعنی امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ نے اپنے قول اول سے طرف قول ثانی کے احتیاطاً الخ

اور ملا جیونؒ نے تفسیر احمدی میں تحریر کیا ہے ؛

فان رایت الطائفة الصوفیة والمشائخین الحنفیة تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحة للمؤتم کما استحسنه محمد ایضاً احتیاطا

پس اگر دیکھے تو گروہِ صوفیہ اور مشائخینِ حنفیہ کو دیکھے گا تو ان کو کہ اچھا جانتے ہیں پڑھنا سورۃ فاتحہ کا واسطے مقتدی کے جیسا کہ مستحسن جانا سورۃ فاتحہ پڑھنے کو امام محمدؒ نے بھی از روئے احتیاط کے

اور حضرت شاہ شیخ شرف الدین بہاری قدس سرہٗ کے ملفوظات مسمیٰ بخوان پر نعمت میں ہے ؛

"ازیں جا باز بیچارہ عرض داشت کہ قرارتِ فاتحہ خلف الامام مقتدی را وعید است آنجا چہ کند فرمود قرارت فاتحہ بکند و مشائخ ہم مے خواندند الخ

ابجد العلوم میں تحت ترجمہ حضرت میرزا جانجاناں رحمہ اللہ تعالیٰ کے لکھا ہے ؛

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ویقوی قراءة الفاتحة خلف الامام اھ

اور قوت دیتے تھے پڑھنے سورۂ فاتحہ کو پیچھے امام کے الخ

عمدة الرعایہ میں مولانا عبدالحی لکھنوی مغفور تحریر فرماتے ہیں:۔

ومنھم من تفوہ بفساد صلوٰة المقتدی بھاد ھو قول شاذ مردود و روی

عن محمد انہ استحسن قراءة الفاتحة للموتم فی السریة و روی مثلہ عن

ابی حنیفة صرح بہ فی الھدایة والمجتبٰی شرح مختصر القدوری وغیرھما و

ھذا ھو مختار کثیر من مشائخنا وعلی ھذا فلا یستنکر استحسانہا فی الجھریة

ایضاً اثناء سکتات الامام بشرط ان لا یخل بالاستماع الخ

اور بعض فقہاء میں وہ شخص ہے کہ بکواس کی ہے اس نے ساتھ فاسد ہونے نماز مقتدی کے بسبب قراءۃ فاتحہ کے اور یہ قول شاذ مردود ہے اور روایت کیا گیا ہے امام محمدؒ سے یہ کہ مستحسن جانا ہے انھوں نے پڑھنا سورۂ فاتحہ کا واسطے مقتدی کے نماز آہستہ میں اور روایت کیا گیا ہے مثل اس کے امام ابوحنیفہؒ سے تصریح کی اس کی ہدایہ و مجتبٰی شرح مختصر قدوری میں اور یہ مختار اکثر مشائخین ہمارے کا ہے اور بنا بر اس کے پس نہیں انکار کیا جا سکتا مستحسن ہونا سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نمازِ جہریہ میں بھی درمیان سکتات امام کے بشرطیکہ مخل نہ ہو سننے میں

ایجنسی کمیشن

ایجنٹ حضرات کو حسب ذیل کمیشن دیا جاتا ہے:۔

ماہانہ ۲۵ عدد سے کم پر	۲۵٪
ماہانہ ۲۵ یا اس سے زائد پر	۳۳٪

بقیہ تفصیلات بے براہِ راست خط و کتابت سے طے کریں (ادارۂ محدث)

© rasailojaraid.com